کامل و کامیاب رهنما

سید عبدالقدوس هاشمی

هم مسلمانوں کا ایمان تو یہ ہے کہ حضرت محمد رسول اللہ ﷺ اللہ تعالی کے سچے رسول ، عبدِ کامل اور آخری نبی تھے ، اگر ان کی صدق دل سے اتباع نہ کی جائے تو نہ بندہ کی اللہ سے محبت معتبر ہے اور نہ کسی بڑے سے بڑے عابد و زاھد کو اللہ تعالی کی محبت حاصل ہو سکتی ہے۔ قرآن حکیم نے واضح طور پر اعلان کر دیا ہے کہ :

قل ان کنتم تحبّون اللہ فاتّبعونی یحببکم اللہ و یغفرلکم ذنوبکم واللہ غفور رحـــیم ہ

سورۃ آل عمران آیۃ ٣١

اے نبی لوگوں سے یہ کہہ دیجئے کہ اگر آپ لوگ اللہ تعالی سے محبت رکھتے ھیں تو صرف میری اتباع کیجئے ۔ اللہ تعالی بھی آپ سے محبت کرے گا اور آپ کے گناھوں کو بخش دے گا ۔ اور اللہ بڑا مغفرت کرنے والا اور بڑی رحمت والا ہے۔

اس آیت میں صیغۂ امر « فاتبعوا » کے ساتھ یائے متکلم واحد ا نی » ہے اس لئے عربی زبان کے اعتبار سے کسی اور کی شرکت کا تصور باقی نہیں رھتا ۔

اسی لئے ہم سارے مسلمانوں کا یہ عقیدہ ہے کہ اتباع صرف محمد رسول اللہ ﷺ کی ہونی چاہئے ۔ ان کے سوا کسی کی اتباع سے اللہ کی محبت حاصل نہیں ہو سکتی ۔ ہم اللہ کے سارے ہی انبیاء علیہم السلام کی صداقت اور نبوت پر ایمان رکھتے ہیں لیکن اتباع کے لئے نمونہ صرف محمد رسول اللہ ﷺ کی ذات اقدس ہے جن پر نبوت کا سلسلہ تکمیل و اختتام کو پہنچ گیا ۔ اب ان کے بعد کوئی اور نبی نہیں ہوگا ۔

یہ تو ہے ہم مسلمانوں کا یقین و ایمان لیکن جو لوگ مسلمان نہیں ہیں ان کے لئے بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالی کی ایک رحمت کاملہ اور مکمل نمونہ زندگی ہیں ۔ ایسا مکمل نمونہ جس کی نظیر دنیا کی معلوم تاریخ میں کوئی دوسری نہیں ملے گی ۔ ہر انسان اپنی زندگی کے ہر موقع پر آپ کی ذات کو اپنے لئے بہترین نمونہ پائے گا ۔ اگر وہ بے کسی اور کمزوری میں مبتلاء ہے تو اس حالت میں آپ کو طائف کے بازار میں دیکھ سکتا ہے ، اگر اسے اپنوں سے دکھ پہنچ رہا ہے تو وہ آپ کو مکہ مکرمہ میں خود اپنے ہی قبیلہ قریش اور چچا ابولہب کے ہاتھوں دکھ اٹھاتے دیکھ سکتا ہے ، اگر اسے حوصلہ شکن صورت حال سے گزرنا ہے تو وہ آپ کی مکی زندگی کا مطالعہ کرے ، اگر وہ مفلس و فاقہ کش ہے تو آپ کو مدینہ منورہ میں اور خصوصاً غزوۂ احزاب میں فاقہ کی حالت میں دیکھ سکتا ہے ، اگر وہ صاحب مال و متاع ہے تو سن ۹ ھجری میں مسجد نبوی میں مال و متاع کے ساتھ دیکھ سکتا ہے ، اگر وہ دشمنوں میں گھرا ہوا ہے تو آپ کو غزوۂ خندق میں دیکھ سکتا ہے ، اور اگر وہ شاہانہ جاہ و جلال رکھتا ہے تو آپ کو حجۃ الوداع میں دیکھ سکتا ہے کہ ایک لاکھ سے زیادہ افراد اشاروں پر اپنی جان نثار کرنے کو تیار ہیں ، اگر کوئی فوجی سپہ سالار ہے تو آپ کو غزوۂ بدر میں دیکھ سکتا ہے ، غزوۂ احد اور غزوۂ حنین میں دیکھ سکتا ہے ، اگر وہ عدالت کا عہدہ دار ہے تو مدینہ منورہ میں

آپ کو انصاف کرتے اور عدل گستری فرماتے ہوئے دیکھ سکتا ہے ، اگر وہ فرماں روا ہے تو سن ۹ ھ و سن ۱۰ ھ میں مدینہ منورہ کے بے تاج بادشاہ کو نمونہ بنائے اور دیکھے کہ نو لاکھ ۲۷ ہزار مربع میل سے زیادہ رقبہ کا یہ فرمان روائے مطلق کس عاجزی اور فروتنی کے ساتھ زندگی بسر کر رہا ہے۔

گھریلو زندگی میں بھی آپ نمونۂ کامل ھیں ۔ ازواج مطہرات ، بناتِ صالحات اور نواسے نواسیوں کے ساتھ آپ کا برتاؤ دنیا کے ہر انسان کے لئے بہترین نمونہ ہے۔ دوستوں کے ساتھ احترام اور ھمدردی ، عزیزوں سے محبت اور صلہ رحمی ، کاروبار میں صداقت و دیانت ، یقین کی پختگی ، مقصد کے ساتھ بے پناہ وابستگی ، لب و لہجہ کی نرمی ، صاف گوئی اور بے رو رعایت عدل و انصاف ، غرض یہ کہ دنیا کے کسی آدمی کو کبھی ایسی کوئی صورت حال پیش نہیں آ سکتی جس میں راہ عمل کی تعیین کے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات طیبہ بہترین نمونہ ثابت نہ ہو سکے ۔ ہر اس وقت جب کہ ایک آدمی رھنمائی کی ضرورت محسوس کرتا ہے اور یہ سوچنے پر مجبور ہوتا ہے کہ اس وقت کیا کرنا چاھئے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت طیبہ میں اسی طرح کا ایک واقعہ مل جاتا ہے اور آپ کے عمل سے رھنمائی حاصل ہو جاتی ہے ۔

کسی شخص کی زندگی پر غور کیجئے ، آپ دیکھیں گے کہ اس کی زندگی اگر ایک رخ سے کامیاب ہے تو دوسرے رخ سے ناکام ہے ، آدمی کو کسی ایک رخ سے کامیاب ھونے کے لئے اپنے دوسرے رخ کو قربان کر دینا پڑتا ہے ، مثلاً ایک آدمی ہے جو سیاسی لیڈر ھونے کی حیثیت سے بڑا کامیاب نظر آتا ہے ، لیکن وہ اپنی سیاسی مصروفیتوں کی وجہ سے اپنے خاندان اور اپنے بال بچوں کی طرف سے غافل ہو جاتا ہے ، وہ سیاسی لیڈر تو بہت کامیاب ہوتا ہے مگر اپنے بچوں کے

لئے اتنا ھی اچھا باپ اور اپنے ھمسایوں کے لئے اتنا ھی اچھا ھمسایہ نہیں ھوتا، اسی طرح ایک بہت بڑا فاتح اور جنگ آزما اتنا ھی اچھا عادل نہیں ھوتا ، ایک اعلی درجہ کا کامیاب تاجر اتنا ھی اعلی درجہ کا معلم اور عابد و زاھد نہیں ھوتا ، لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم کی عجیب اور بے مثال زندگی ہے ، اسے جس پہلو سے دیکھو کامل و اکمل نظر آتی ہے۔ غزوۂ بدر میں شاندار فتح حاصل ھوتی ہے ، ایسی شاندار فتح جس نے تاریخ کا رخ موڑ دیا ، لیکن اس فتح مبین کے بعد جب لوگوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم کو تلاش کیا تو وہ زمین پر سجدہ ریز اللہ تعالی کے شکر اور عاجزانہ دعاؤں میں مشغول ملے۔ تاریخ میں فاتح تو جلوس ، اکرام ، اور اظہار جلال میں مشغول ملتا ہے ، اظہار عبودیت اور بندگی میں کہاں مشغول ھوتا ہے۔

دنیا میں ھزاروں بڑے بڑے لوگ پیدا ھوئے ھیں جنھوں نے اپنے نفوس قدسیہ سے انسانوں کی رھنمائی فرمائی ہے لیکن سب کی سیرتوں میں یہ بات نمایاں نظر آتی ہے کہ انہوں نے دوسرے امور سے غفلت کی۔ مثال کے لئے ایک مہاتما گوتم بُدھ کو لیجئے ، یقیناً یہ کوئی آسان کام نہیں کہ تلاش حق میں کوئی شخص راج گدی ، آرام و آسائش اور گھربار کو چھوڑ کر ویرانوں کی راہ لے۔ لیکن سوال یہ پیدا ھوتا ہے کہ ماں باپ کا حق ، جوان بیوی کے حقوق اور معصوم بچے کی طرف توجہ کدھر چلی گئی ، ان کے حقوق سب ضائع ھو گئے۔ یہ ایک مثال ہے ، دنیا کے سارے بڑے لوگوں کے احوال کو دیکھئے ، ایک طرف توجہ ھوئی تو دوسری طرف سے غفلت ھو گئی۔ لیکن کمال ہے حضور صلی اللہ علیہ و سلم کی سیرت میں کہ آپ بڑے عبادت گزار بھی تھے اور بڑے ھی اچھے باپ اور نانا بھی ، بڑے کامل واکمل مذھبی پیشوا بھی تھے اور بڑے ھی کامیاب فاتح و منتظم بھی ، وہ مدینہ منورہ کے بے تاج فرمان روائے مطلق بھی تھے۔ اور غریب بوڑھی بیوہ کے لئے جلانے کی لکڑیاں کاٹ کر اور اپنے سرمبارک پر اٹھاکر

بھی لے آتے تھے ۔ کیسی عجیب اور کتنی تابناک تھی یہ زندگی ؟

اب ذرا کامیابی کو دیکھئے ، آپ نے اپنے ممشن میں کیسی کامیابی حاصل فرمائی ۔ آپ نے جب دین اسلام کی طرف لوگوں کو بلایا تو سب سے بڑی مخالفت خود اپننے ھی قبیلہ سے دیکھی ۔ آپ کے پاس اپنی ذات ستودہ صفات کے سوا جاذب توجہہ کوئی چیز نہ تھی ، نہ آپ کوئی عظیم المرتبت فلسفی تھے ، نہ چابک دست صناع ، نہ کوئی شاہ زادے تھے اور نہ امیرززادے ، نہ بڑی دولت آپ کے پاس تھی ، نہ خاندانی سپاہ ، حتی کہ گھرانے میں شاھی و شہنشاھی کی کوئی روایت بھی نہ تھی ۔ آخر کوئی آپ سے وابستہ ھوتا تو کیوں ھوتا ، وہ تمام اسباب جو دنیا والوں کو کھینچتے ھیں کوئی بھی تو موجود نہ تھے ۔ نہ آپ مہاتما بدھ کی طرح شاھزادے تھے اور نہ مہابیرجی کی طرح کوئی زورآور پہلوان اور راجکمار تھے ۔ نہ آپ کو حضرت موسی علیہ السلام کی طرح نسلی روابط سے مربوط بنی اسرائیل کی ایک بنی بنائی قوم ملی تھی اور نہ کسی قیصر و کسری کی حکومت آپ کی مدد کے لئے کبھی تیار ھوئی ، جو تھا وہ مخالف تھا ، اپنا قبیلہ مخالف تھا ، چچا ابولھب خون کا پیاسا ۔ خاندانی رشتہ و ناطہ کے لوگوں نے جنھیں ھم بنی کنانہ کے نام سے جانتے ھیں ، طایف میں جیسی پذیرائی کی وہ بھی ظاھر ہے ۔ بے کسی و بے بسی کا یہ عالم کہ آبائی شہر مکہ کو راتوں رات چھپ کر چھوڑنا پڑا ۔ بے زری کا یہ عالم کہ سفر ھجرت میں پہننے کے لئے ایک کرتا بھی پھوپھی کے بیٹے حضرت زبیر بن العوام نے دیا ۔ اس طرح وہ مدینہ منورہ میں جو اس وقت یثرب کہلاتا تھا ، آپ اپنے ایک رفیق حضرت ابوبکر الصدیقؓ کے ساتھ داخل ھوئے ۔ فاتح اور شہنشاہ کی حیثیت سے نہیں بلکہ ستم زدہ اور مظلوم پناہ گیر کی حیثیت سے داخل ھوئے بھلا یہ کوئی تصور کر سکتا تھا کہ صرف نو دس سال کی مدت میں یہ سارے عرب کے نو لاکھ ۲۷ ھزار مربع میل سے زیادہ رقبۂ زمین اور بیس لاکھ سے

زیادہ آبادی کے فرماں روائے مطلق ہوں گے ۔ اور اس اتنے بڑے رقبہ میں سے صرف چھ سات ہزار مربع میل رقبہ فوجی قوت کے ذریعہ آیا ہوگا باقی سارا ملک بغیر فوج کشی کے زیر نگیں آجائے گا ۔ کیسی عجیب بات ہے کہ عروج و کامیابی کے جتنے اسباب دنیا میں ہوتے ہیں وہ بالکلیہ مفقود ہیں پھر بھی کامیابی و کامرانی ایسی بے مثال کہ تاریخ عالم اس کی نظیر پیش کرنے سے قاصر ہے ۔ معمولی بادشاہوں اور قسمت آزماؤں کو چھوڑیے ، بڑے بڑے اولوالعزم پیغمبروں ، بانیان مذاہب اور فاتحین عالم کو لیجئے ۔ کہیں کوئی نظیر نہیں ملتی ۔ تاریخ انسانی کے عظیم الشان پیغمبر حضرت موسی علیہ السلام کو دیکھئے ، حضور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دنیاوی عمر صرف ٦٣ سال ملی اور حضرت موسی علیہ السلام ١٢٠ سال اس دنیا میں رہے ۔ نبوت کے بعد حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صرف ٢٢ سال اور تین ماہ زندہ رہے اور حضرت موسی علیہ السلام نے نبوت کے بعد ٦١ سال ، اور مصر سے بنی اسرائیل کو لے کر سینائی میں آنے کے بعد سے ٤١ سال تک فریضۂ تبلیغ و ارشاد ادا کرنے کے بعد ایک سو بیس سال کی عمر میں جب کہ جسمانی صحت سے پوری طرح بہرہ اندوز تھے ، موآب کی پہاڑی پر وفات پائی ۔ حضرت موسی علیہ السلام کو نسلی مضبوط رابطہ میں مربوط ایک بنی بنائی قوم ملی ۔ آسمان سے بادلوں کا سایہ اور زمین پر منّ و سلوی عطا ہوا ۔ جاں نثاروں کی تعداد بھی بہ روایت کتاب مقدس چار لاکھ کے قریب تھی ۔ لیکن اس طویل مدت میں بھی اوروشلم کی بیرونی چہار دیواری تک بھی بنی اسرائیل کے لوگ نہ پہنچ سکے ۔ اس کے برخلاف سن ٦٢٢ء میں مکہ سے مدینہ کی طرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے هجرت فرمائی ۔ صحابہ کی تعداد اتنی تھوڑی تھی کہ دو سال کے بعد میدان بدر میں صرف ٣١٣ جاں نثار جمع ہو سکے ، هجرت کے بعد سے آٹھ سال کے عرصہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ١٠٣ بار ہتھیار بدن مبارک پر سجا کر

تیار ہونا پڑا ۔ مخالفت ایسی شدید تھی کہ ۳۳ بار فوجی دستے بھیجنے پڑے جنھیں اسلامی تاریخ میں سرایا کہا جاتا ہے ۔ ۱۷ غزوات میں خود بنفس نفیس حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے شرکت فرمائی ۔ زخمی ہوئے اور تکلیفیں اٹھائیں ۔ اپنوں سے مخالفتیں ملیں اور غیروں سے عداوتیں ۔ بے زری اور افلاس کا یہ عالم کہ فاقے سہے ، پیٹ پر پتھر باندھ کر غزوۂ خندق میں اپنے سر مبارک پر مٹی کے ٹوکرے اٹھائے ۔ بنی بنائی ، مربوط و مطیع قوم تو کیا ملتی لٹیرے ، لڑاکو ، کینہ توز اوربدکردارلوگوں سے واسطہ پڑا ۔ اور ان ھی میں سے انسانیت کے جواھر پارے بنائے ۔ ابوبکر رضی اللہ عنہ و عمر رضی اللہ عنہ جیسے رھنما پیدا کئے ۔ خالدؓ اور عمروؓ جیسے مجاھد تیار کئے ، نسل و قبیلہ کے فرق مٹائے ، اور عرب کے ۳۷۳ آزاد قبیلوں کی آزاد و باھم دیگر متحارب حکومتوں کو توڑ کر مدینہ منورہ کی ایک وحدانی حکومت پیدا کر دی ۔ اور اس شان کی حکومت پیدا کر دی کہ اس حکومت نے آئندہ کے صرف ۲۵ سال کے اندر دنیا کے ۳۵ لاکھ مربع میل رقبہ کو امن و امان عطا کر دیا ۔

اسلامی تحریک نہ صرف ایک سیاسی تحریک تھی ، نہ صرف معاشی اور نہ صرف اخلاقی بلکہ یہ ایک ایسی تحریک تھی جو انسانی زندگی کے ھر پہلو پر اثرانداز تھی ، اخلاق ، قوانین خاصہ ، قوانین عامہ ، نسل و وطن سے وابستگی اور ایمان و یقین ھر چیز کو بالکلیہ بدل رھی تھی ۔ اس لئے ھر طرف سے اس کی مخالفت ھوئی ، عرب بت پرستوں کی طرف سے ، اھل کتاب کی طرف سے ، اھل حکومت اور تاجداروں کی طرف سے ، پروھتوں اور راھبوں کی طرف سے، مدعیان علم و ھنر کی طرف سے ، اور ان ساری مخالفتوں سے نبٹ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نو لاکھ ۲۷ ھزار مربع میل سے زیادہ رقبہ پر ایک منصفانہ نظام قایم کر دیا ۔ انسان کو ھر مروجہ مذھب کے خلاف یہ یقین عطا کیا کہ انسان پیدائشی گناھگار نہیں بلکہ پیدائشی معصوم ہے وہ خود اپنے ارادہ

سے بلوغ کے بعد اپنے آپ کو گناھگار بنا لیتا ہے۔ وہ اللہ کا پیارا ہے۔ اس کو اپنے خالق سے رابطہ قایم کرنے کے لئے کسی پاپا و پروھت کی ضرورت نہیں ۔ یہ پیغام اس قدر انقلابی تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ھاتھ سب کے خلاف اور سب کے ھاتھ ان کے خلاف اٹھے ، جنگیں ھوئیں ، لیکن اس شان کی جنگیں جن میں نہ کسی راھب کو دکھ دیا گیا ، نہ کسی عورت کی آبرو لوٹی گئی ، نہ کسی بوڑھے کو ستایا گیا اور نہ کسی بچہ کو ذبح کیا گیا ۔ پھر بھی اتنا بڑا رقبہ فتح ھو گیا اور اس کی قیمت صرف ایک ہزار کے قریب جانوں کی شکل میں ادا ھوئی ، اس تعداد میں کافر مقتولین بھی داخل ھیں اور مسلمان شہداء بھی ۔ عمل کی دنیا میں دیکھئے صرف دو آزاد حکومتوں کو توڑ کر ایک بنانے میں کیا تباھی آتی ہے، کیسا قتل عام ھوتا ہے، اور کیا کیا نہیں ھوتا ، لیکن یہاں ایک نئی قوم پیدا ھوئی ، وحدانی حکومت بنی ، ۳۷۳ آزاد حکومتیں مٹ گئیں اور نقصان صرف ایک ہزار جانوں کا ھوا ۔ ایسی کامیابی قیصر و کسری ، دارا و سکندر ، اور گپتا واسوکا کی دنیا میں کون پا سکتا ہے ؟ حق یہ ہے کہ محمد رسول اللہ، اللہ کے کامل عبد ، اور کامیاب ترین رھنما تھے ، صلی اللہ علیہ و سلم ابداً ۔

★ ★ ★ ★ ★